ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر الطاف یوسف زئی
ایسوسی ایٹ پروفیسر ہزارہ یونیورسٹی
حفصہ الطاف
ریسرچ سکالر ہزارہ یونیورسٹی
ڈاکٹر رابعہ شاہ
لیکچرر ہزارہ یونیورسٹی

مختار مسعود کی تصنیف "لوحِ ایام" میں فلیش بیک تکنیک کا فنی و اسلوبیاتی مطالعہ

Dr.Altaf Yousafzai
Associate Professor, Hazara University.
Hafsa Altaf
Research Scholar, Hazara University.
Dr.Rabia Shah
Lecturer, Hazara University.

***Corresponding Author:**

The Flashback Technique in Mukhtar Masood's Lauh-e-Ayyam: An Artistic and Stylistic Study

This article presents a stylistic and artistic study of the flashback technique in Mukhtar Masood’s Lauh-e-Ayyam. The research explores how the writer links present events with memories of the past to create historical continuity, cultural awareness, and psychological depth. Through examples related to the Iranian Revolution, Aligarh, childhood experiences, and political history, the study shows that flashback in Lauh-e-Ayyam is not merely a decorative literary device but an essential part of Masood’s intellectual expression. The technique maintains narrative flow, enriches meaning, and connects personal memories with collective history. The article concludes that Mukhtar Masood employs

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

flashback with remarkable naturalness and artistic balance, making Lauh-e-Ayyam a significant work of reflective and historical Urdu prose.

Key Words: *Lauh-e-Ayyam , Flashback Technique , Urdu Prose, Narrative Style, Stylistic Analysis, Historical Consciousness, Cultural Memory , Iranian Revolution , Literary Techniques.*

اردو نثر میں بعض ایسے ادیب پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے محض واقعات بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے اسلوب اور فکر کے ذریعے عام واقعات کو بھی ادبی حسن عطا کیا۔ ان ادیبوں میں "مختار مسعود "کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی تصانیف "**آوازِ دوست، سفر نصیب، لوحِ ایام اور حرفِ شوق** "اردو نثر کا سرمایہ سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں تاریخ، تہذیب، سیاست، مذہب اور ذاتی مشاہدات اس انداز سے یکجا ہو جاتے ہیں کہ قاری ایک ہی وقت میں ماضی اور حال دونوں زمانوں سے وابستہ محسوس کرتا ہے۔ ان کی نثر کی ایک اہم خصوصیت **فلیش بیک**، جس کے ذریعے وہ موجودہ واقعے سے اچانک ماضی میں منتقل ہو جاتے ہیں اور پھر اسی روانی کے ساتھ حال میں واپس آجاتے ہیں۔ یہی فنی مہارت ان کے اسلوب کو انفرادیت عطا کرتی ہے۔ فلیش بیک جدید تکنیکوں میں ایک اہم تکنیک ہے۔ اس کا بنیادی مقصد کسی موجودہ صورتِ حال کی وضاحت کے لیے ماضی کے کسی واقعے کو اس انداز سے پیش کرنا ہے کہ قاری موجودہ حالات کی اصل وجہ اور پس منظر کو بہتر طور پر سمجھ سکے۔ اس تکنیک کے ذریعے نہ صرف واقعات میں ربط پیدا ہوتا ہے بلکہ کرداروں کی نفسیات، تہذیبی شعور اور تاریخی تسلسل بھی واضح ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ناول، افسانے، سفر نامے، خود نوشت اور ڈرامے میں اس تکنیک کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

مختار مسعود نے " **لوحِ ایام** "میں فلیش بیک کو محض ایک ادبی صنعت کے طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ اسے اپنے فکری اظہار کا مؤثر وسیلہ بنایا ہے۔ وہ جب ایران کے اسلامی انقلاب، تہران کی گلیوں، سیاسی شخصیات یا تاریخی مقامات کا ذکر کرتے ہیں تو اچانک ان کی یادیں برصغیر، تحریکِ پاکستان، علی گڑھ، اپنے بچپن یا کسی تاریخی شخصیت کی طرف مڑ جاتی ہیں۔ ان کی یہ یادیں غیر مربوط نہیں ہوتیں بلکہ موجودہ واقعے کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ اس وجہ سے قاری محسوس کرتا ہے کہ ماضی اور حال ایک ہی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔

لوحِ ایام بنیادی طور پر مختار مسعود کی ایران میں قیام کے دوران لکھی گئی یادداشتوں پر مشتمل ہے، لیکن یہ صرف ایک سفر نامہ نہیں بلکہ تاریخ، سیاست، تہذیب اور انسانی نفسیات کا ایک جامع مطالعہ بھی ہے۔ ایران میں اسلامی انقلاب کے مشاہدات بیان کرتے ہوئے مصنف بارہا ماضی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کبھی سائرس اعظم کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

ماخذ تحقیقی مجلہ

سلطنت کا ذکر کرتے ہیں، کبھی علی گڑھ کے زمانۂ طالب علمی کو یاد کرتے ہیں، کبھی اپنی دادی کی سنائی ہوئی کہانیوں کو موجودہ حالات سے جوڑ دیتے ہیں اور کبھی پاکستان کے سیاسی حالات کا موازنہ ایران کے انقلاب سے کرتے ہیں۔ یہ تمام واقعات فلیش بیک کی ایسی مثالیں ہیں جو متن کے حسن اور معنویت میں اضافہ کرتی ہیں۔ مصنف اس کے متعلق لکھتے ہیں:

> "کتاب کو نوشت کرتے وقت مسائل در نہیں آئے البتہ اس کی حد بندی کے حوالے سے فیصلہ سازی میں مشکلات رہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر آپ کو گریبان میں جھانکنا ہو گا۔ گویا تبدیلی کے متعلق تحریر کرنے کی منصوبہ بندی اتنی اچھی ثابت نہ ہوئی۔ انقلاب بھلے پرانا ہو مگر اس کی کہانی ہر وقت تازہ ہی رہتی ہے۔ امید اور عملیت، بے داری اور خود شناسی اور دیوانگی و لہو کی داستان پرانی کبھی نہیں ہوتی۔ وقت اسے متواتر دہراتا ہے۔ فرق محض وقت، نام اور مقام کا ہوتا ہے۔"(۱)

مختار مسعود کے ہاں فلیش بیک کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ مصنوعی محسوس نہیں ہوتا۔ وہ ماضی کو زبردستی حال پر مسلط نہیں کرتے بلکہ حال کا کوئی منظر، کوئی لفظ، کوئی شخصیت یا کوئی واقعہ خود بخود ان کے ذہن میں ماضی کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے ان کی تحریر میں تسلسل برقرار رہتا ہے اور قاری ذہنی طور پر منتشر نہیں ہوتا۔ یہی فنی مہارت ان کی نثر کو عام سفر ناموں سے ممتاز کرتی ہے۔

مصنف کی یادداشتیں صرف ذاتی نوعیت کی نہیں بلکہ قومی اور تہذیبی شعور کی نمائندہ بھی ہیں۔ وہ اپنے ماضی کو صرف اس لیے یاد نہیں کرتے کہ یادوں کا لطف لیا جائے بلکہ ہر یاد سے کوئی نہ کوئی فکری نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک تاریخ ایک زندہ حقیقت ہے، جو ہر دور میں نئے روپ کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ اسی لیے وہ ایران کے انقلاب کو بیان کرتے ہوئے تحریکِ پاکستان کو یاد کرتے ہیں اور رضا شاہ پہلوی کے زوال کو سائرس اعظم کی سلطنت کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ اس اندازِ بیان سے واضح ہوتا ہے کہ مختار مسعود تاریخ کو الگ الگ واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مسلسل عمل تصور کرتے ہیں۔

فلیش بیک کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس سے مصنف کے ذاتی تجربات اور اجتماعی تاریخ ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ **لوحِ ایام** میں جب مصنف ایران کے کسی مقام یا شخصیت کا ذکر کرتے ہیں تو اسی لمحے ان کے ذہن میں برصغیر کی کوئی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح ان کی ذاتی زندگی، قومی تاریخ اور عالمی واقعات

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

ماخذ تحقیقی مجلہ

ایک ہی بیانیے کا حصہ بن جاتے ہیں۔ یہی امتزاج اس کتاب کو صرف سفر نامہ نہیں رہنے دیتا بلکہ ایک فکری اور تہذیبی دستاویز بنا دیتا ہے۔ خرم سہیل کا اس کے متعلق تبصرہ ملاحظہ کیجیے:

> "لوحِ ایام' ایک کتاب نہیں تاریخ کی گواہی ہے جس میں یہ چشم دید گواہ ہیں۔ یہ ملک ایران میں اڑھائی ہزار سالہ بادشاہت کے خاتمے اور اسلامی انقلاب کی خونچکاں "ایران بیتی" ہے جس کو انھوں نے ہمسایہ ملک کا باشندہ، حساس انسان اور تاریخ کا طالب علم ہونے کی حیثیت سے بھرپور طریقے سے لکھا۔ انھوں نے گہرائی بیان کرنے کے لیے خود کو خطرے میں بھی ڈالا۔ انقلابِ ایران کے ضمن میں یہ کتاب ہمیشہ ایک بنیادی حوالہ رہے گی۔ کیوں کہ اس کے ماخذ چشم دید گواہ کے مشاہدہ اور تجربوں سے نکلتے ہیں۔"(۲)

مختار مسعود کے اسلوب میں فلیش بیک کا استعمال اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ تاریخ کو محض واقعات کے بیان تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اسے انسانی شعور کی تشکیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ماضی ہمیشہ حال کے اندر زندہ رہتا ہے اور حال کو سمجھنے کے لیے ماضی کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **لوحِ ایام** کا ہر اہم واقعہ کسی نہ کسی تاریخی، تہذیبی یا ذاتی یاد سے مربوط نظر آتا ہے۔ مختار مسعود کی نثر کا سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ ماضی کو صرف یاد نہیں کرتے بلکہ اسے حال کی تعبیر کا ذریعہ بناتے ہیں۔ **لوحِ ایام** میں جب بھی وہ کسی تاریخی مقام، شخصیت یا سیاسی واقعے کا ذکر کرتے ہیں تو ان کا ذہن قدرتی طور پر ماضی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ یہی انتقالِ زمان فلیش بیک کہلاتا ہے۔ اس تکنیک کی بدولت ان کی تحریر محض سفر نامہ نہیں رہتی بلکہ تاریخ، تہذیب اور انسانی شعور کی ایک ایسی داستان بن جاتی ہے جس میں مختلف زمانے ایک دوسرے سے مربوط دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ **لوحِ ایام** میں فلیش بیک محض اسلوبی حسن نہیں بلکہ مصنف کے فکری نظام کا بنیادی جزو بن جاتا ہے۔

لوحِ ایام میں فلیش بیک کی پہلی اہم مثال سائرس دی گریٹ کا تذکرہ ہے۔ مختار مسعود ایران کے ایک تاریخی مقام پر پہنچتے ہیں تو ان کی نظر صرف ایک مقبرے پر نہیں ٹھہرتی بلکہ وہ ڈھائی ہزار سال پر محیط ایرانی تاریخ کو اپنے سامنے زندہ محسوس کرتے ہیں۔ اس موقع پر وہ سائرس کی شخصیت، اس کی سلطنت اور اس کے تاریخی کردار کو بیان کرتے ہیں۔ بظاہر یہ ایک تاریخی واقعہ ہے لیکن در حقیقت یہ فلیش بیک کی ایک بہترین مثال ہے کیونکہ مصنف موجودہ ایران سے یکدم قدیم ایران کی طرف سفر کرتا ہے اور پھر دوبارہ حال میں واپس آ جاتا ہے۔ مصنف سائرس کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

"تاریخ میں اس کے تمام نام محفوظ ہو گئے۔ سائرس خورس، خورش، کیفرو کوروش، مولانا ابوالکلام آزاد کے خیال میں قرآن مجید میں ذوالقرنین کے لقب سے یاد کیا جانے والا کردار سائرس ہی ہے۔ بعض لوگوں کی عظمت کے سامنے ان کے ناموں کی اہمیت بھی کم پڑ جاتی ہے۔ اسی لیے نام کے ساتھ اعظم، عظیم یا کبیر جیسے لاحقے لگا کر کمی دور کی جاتی ہے۔ ایران میں موجودہ وقت میں اسے کوروش کبیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ باقی دنیا اسے سائرس دی گریٹ کے نام سے جانتی ہے۔"[۳]

یہ فلیش بیک اس لیے اہم ہے کہ مصنف صرف سائرس کی تعریف نہیں کرتا بلکہ اس کے عہد اور موجودہ ایران کے درمیان ایک فکری ربط بھی قائم کرتا ہے۔ وہ یہ واضح کرتا ہے کہ طاقتور سلطنتیں بھی وقت کے سامنے ہمیشہ قائم نہیں رہتیں۔ سائرس کی عظیم سلطنت ہو یا رضا شاہ پہلوی کی حکومت، دونوں آخر کار تاریخ کا حصہ بن گئیں۔ اس انداز سے مصنف تاریخ کو محض ماضی کا قصہ نہیں بلکہ حال کے لیے سبق بنا دیتا ہے۔

اسی مقام پر مختار مسعود رضا شاہ پہلوی کی اس تقریر کا ذکر بھی کرتے ہیں جو اس نے سائرس کی قبر پر کھڑے ہو کر کی تھی۔ اس منظر کو بیان کرتے ہوئے مصنف اچانک انقلابِ ایران کے ایام میں پہنچ جاتا ہے اور قاری محسوس کرتا ہے کہ چند لمحوں میں ڈھائی ہزار سال کی تاریخ اس کے سامنے سمٹ آئی ہے۔ یہی فلیش بیک کی اصل قوت ہے کہ وہ مختلف زمانوں کو ایک ہی بیانیے میں جمع کر دیتا ہے۔ اس حوالے سے مصنف کچھ یوں لکھتے ہیں۔

"ہز امپیریل میجسٹی شہنشاہ رضا شاہ پہلوی شان و شوکت سے ہیلی کاپٹر سے نیچے اتر کر چبوترے پر گئے اور کیمرہ کے سامنے کھڑے ہو کر سائرس کی قبر سے یوں ہم کلام ہوئے: 'اے کوروش، اے عظیم بادشاہ، اے بادشاہوں کے بادشاہ، شہنشاہ ایران اپنی قوم کی جانب سے آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔ آج آپ کی دائمی آرام گاہ کے پاس اس لیے جمع ہیں کہ آپ کو بتایا جائے کہ اب ہم جاگ گئے ہیں اور آپ آرام کے ساتھ سو سکتے ہیں۔ یہ الفاظ دیر تک فضا میں سنائی دیتے رہے کہ اسی لمحے ایران جاگ گیا۔ ایسا ہنگامہ ہوا کہ کوروش خواب میں رضا شاہ پہلو سے پوچھنے لگا کہ ایران میں یہ کیا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے کوروش کا سٹور جلا دیا۔ کوروش کبیر کے چمن میں ایک ملین لوگ اکھٹے ہوئے اور بادشاہ کی موت کا نعرہ لگانے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

لگے۔ آپ یہ کہہ رہے ہو کہ میں آرام سے سو جاؤں۔ میری تو نیند اڑ گئی ہے۔ یہ بیداری ہے یا انقلاب۔"(۴)

اس مثال سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ مختار مسعود تاریخ کو جامد نہیں سمجھتے بلکہ اسے ایک زندہ عمل تصور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر انقلاب اپنے اندر کسی نہ کسی پرانے عہد کی بازگشت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سائرس کا ذکر صرف ایک تاریخی شخصیت کا تعارف نہیں بلکہ اقتدار، زوال اور انسانی غرور کے فلسفے کی وضاحت بھی ہے۔

فلیش بیک کی دوسری اہم مثال ایران اور برطانوی ہندوستان کے تعلقات سے متعلق ہے۔ مصنف جب ایران کی تہذیبی روایت اور فارسی زبان کی اہمیت بیان کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں برصغیر کی علمی اور ادبی تاریخ تازہ ہو جاتی ہے۔ وہ ماضی کے ان روابط کو یاد کرتے ہیں جنھوں نے صدیوں تک دونوں تہذیبوں کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھا۔ اس موقع پر مختار مسعود دہلی، اقبال، ٹیگور اور برصغیر کی فکری فضا کا ذکر کرتے ہیں۔ بظاہر گفتگو ایران کے بارے میں ہو رہی ہوتی ہے لیکن مصنف کا ذہن برصغیر کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہی اچانک زمانی تبدیلی فلیش بیک کو جنم دیتی ہے۔ مصنف نے ایرانی طعام کا برطانوی ہند سے تعلق بڑی خوب صورتی اور خوش اسلوبی سے ب کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

"دہلی پہنچتے ہی ایرانی وفد نے ہندوستان کی عظمت کو سلام کیا۔ پور داؤد، جن کے متعلق مشہور ہے کہ اچھے بھلے شعر کہہ لیتے ہیں نے بغیر کسی پس و پیش کے یہ کہا کہ اقبال مقامی شاعر اور ٹیگور ایک عالمی پایہ کا ادیب ہے۔ پور داؤد کے بیان سے کچھ ایسا تاثر ملتا تھا کہ وہ پاکستان کے مطالبہ اور مسلم لیگی سیاست کو درست اور توجہ کے قابل نہ سمجھتا تھا"۔(۵)

اس مثال کی اہمیت صرف تاریخی معلومات تک محدود نہیں بلکہ اس سے مصنف کی تہذیبی بصیرت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ یہ باور کراتے ہیں کہ ایران اور برصغیر کے تعلقات صرف سفارتی نوعیت کے نہیں تھے بلکہ زبان، ادب، ثقافت اور فکر کی سطح پر بھی دونوں معاشرے ایک دوسرے سے گہرے طور پر وابستہ رہے ہیں۔ اس لیے ایران کو سمجھنے کے لیے برصغیر کی تاریخ اور برصغیر کو سمجھنے کے لیے فارسی تہذیب سے آگاہی ضروری ہے۔ یہاں فلیش بیک قاری کو یہ احساس دلاتا ہے کہ تہذیبیں اچانک وجود میں نہیں آتیں بلکہ صدیوں کے تاریخی سفر کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ مختار مسعود اسی تاریخی تسلسل کو نہایت سادہ مگر مؤثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31
ماخذ تحقیقی مجلہ

مختار مسعود نے انقلابِ ایران کا ذکر کرتے ہوئے بھی بار بار فلیش بیک سے کام لیا ہے۔ جب وہ تہران کی گلیوں میں احتجاج، جلوس اور انقلابی نعروں کا منظر بیان کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں فوراً تحریکِ پاکستان، برصغیر کی آزادی اور پاکستانی سیاست کے مختلف ادوار زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہ انداز اس بات کی علامت ہے کہ مصنف ہر انقلاب کو ایک الگ واقعہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے انسانی تاریخ کے مسلسل سفر کا حصہ قرار دیتا ہے۔ اس لیے وہ ایران کے حالات بیان کرتے ہوئے پاکستان کے سیاسی مسائل، جمہوریت کی کمزوری، قیادت کے بحران اور قومی زوال کا بھی ذکر کرتا ہے۔ یہ تقابل فلیش بیک کے ذریعے زیادہ مؤثر بن جاتا ہے کیونکہ قاری دو مختلف ملکوں کی تاریخ کو ایک ہی تناظر میں دیکھنے لگتا ہے۔

> "ایران بہت ہی مالدار ملک ہے۔ اس کے وسائل اتنے وافر ہیں کہ اگر وہاں کے لوگوں کو اپنی حالت بدلنے کا موقع دیا جاتا تو آج وہاں کوئی بے روزگار ہوتا اور نہ بھوکا سوتا۔ لیکن جو معاشرے روپے پیسے کے پجاری بن جائیں اور دوسروں کے حقوق غصب کرنا فیشن بن جائے ایسے معاشروں میں امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہونا کوئی انہونی بات نہیں ہے۔ کرپشن، لوٹ مار، رشوت اور مہنگائی کے ایسے معاشروں میں ڈیرے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی حالات انقلاب ایران کا پیش خیمہ بنے۔ اب کوئی لاکھ کہے کہ ایرانیوں نے اسلام کے لیے خون کی قربانی دی تھی سنتے تربوزوں اور مکانوں کے لیے نہیں۔ (۲)

اس مقام پر مختار مسعود کی فکری گہرائی نمایاں ہوتی ہے۔ وہ کسی ایک قوم یا حکومت پر تنقید نہیں کرتے بلکہ تاریخ کے عمومی اصول بیان کرتے ہیں کہ جب معاشرے انصاف، دیانت اور اجتماعی شعور سے محروم ہو جائیں تو انقلاب ناگزیر ہو جاتا ہے۔

مختار مسعود کی تحریر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تاریخ صرف بادشاہوں، جنگوں اور حکومتوں کا نام نہیں بلکہ انسان کے اجتماعی تجربے کا دوسرا نام ہے۔ اسی لیے وہ ہر واقعے کو اس کے تاریخی پس منظر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ان کے ہاں فلیش بیک کا مقصد بھی یہی ہے کہ قاری حال کے کسی واقعے کو ماضی کی روشنی میں سمجھے۔ یہ تکنیک قاری کے ذہن میں مختلف زمانوں کے درمیان ایک فکری ربط پیدا کرتی ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ اگرچہ کردار بدل جاتے ہیں، حکومتیں تبدیل ہو جاتی ہیں اور زمانے گزر جاتے ہیں، لیکن انسانی فطرت، اقتدار کی خواہش، آزادی کی جدوجہد اور عدل کی تلاش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

ماخذ تحقیقی مجلہ

مختار مسعود نے **لوحِ ایام** میں **فلیش بیک** کو تاریخ کے مطالعے کا ایک مؤثر ذریعہ بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر میں ماضی محض یاد نہیں بلکہ حال کی تشریح اور مستقبل کی رہنمائی کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ ان کا یہی فنی شعور **لوحِ ایام** کو اردو ادب کی منفرد تصانیف میں شامل کرتا ہے اور **فلیش بیک** کو محض ایک تکنیک کے بجائے ایک فکری اور تہذیبی رویے کی حیثیت عطا کرتا ہے۔ مختار مسعود کی تحریروں کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ تاریخ اور ذاتی زندگی کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک انسان کی شخصیت اس کے ماضی، تعلیم، خاندانی روایات، تہذیب اور قومی تاریخ سے تشکیل پاتی ہے۔ اسی لیے **لوحِ ایام** میں جب بھی کوئی موجودہ منظر ان کے سامنے آتا ہے تو اس سے وابستہ کوئی پرانی یاد فوراً ذہن میں تازہ ہو جاتی ہے۔ یہی یادیں **فلیش بیک** کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ان یادوں میں بچپن، طالب علمی، تحریکِ پاکستان، تاریخی شخصیات اور قومی واقعات سب شامل ہیں۔ اس انداز سے مصنف قاری کو یہ احساس دلاتا ہے کہ حال کو سمجھنے کے لیے ماضی سے رشتہ جوڑنا ناگزیر ہے۔

لوحِ ایام میں **فلیش بیک** کی نہایت مؤثر مثال وہ ہے جہاں مختار مسعود ایران روانگی کی تیاری کرتے ہوئے اچانک علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے زمانۂ طالب علمی میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایران جانے کی تیاری کے دوران انہیں اپنے اسکول، اساتذہ، کلاس روم اور فارسی زبان کے انتخاب کا واقعہ یاد آ جاتا ہے۔ بظاہر یہ ایک ذاتی یاد ہے، لیکن حقیقت میں یہ پوری زندگی کے فکری سفر کی بنیاد ثابت ہوتی ہے۔ اس یاد کو مختار مسعود کچھ اس طرح لکھتے ہیں۔:

> "اس دن کا سروکار ان لحات سے ہے میں بچپن کو رخصت کہہ کر لڑکپن میں قدم رکھا۔ اس زمانہ میں مسلم یونی ورسٹی سکول دو حصوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ پہلا حصہ پہلی سے چوتھی جماعت اور دوسرا پانچوں سے دسویں جماعت کے لیے مختص تھا۔ جب چوتھی جماعت کا نتیجہ سنایا گیا تو اس کے بعد کلاس ماسٹر نے طلبہ کو لڑکپن کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ وہ کامیاب طلبہ کی قطار بنا کر انھیں میل ڈیڑھ میل کی پیدل مسافت طے کروا کر بڑے سکول لے گئے اور ہمیں پانچویں جماعت کے ماسٹر صاحب کے حوالے کر کے واپس چلے گئے۔ ہمیں اپنے اندر، باہر تبدیلی محسوس ہوئی۔ ظہور وارڈ کی چھوٹی عمارت کے بعد منٹو سرکل کی وسیع عمارت جس کا دروازہ اتنا کشادہ تھا کہ انگریزی ہاؤس کی بس اس میں باآسانی داخل ہو جاتی۔ بڑے سکول کا میدان بھی بڑا۔ چھوٹے سکول میں قمیص، نکر کے ہمراہ موزے ہوتے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31
ماخذ تحقیقی مجلہ

جو ٹخنوں کے اوپر خالی تھیلے کی طرح پڑے ہوتے۔ انھیں اگر کس کے باندھتے تو پنڈلیاں نشان زدہ ہو جاتیں۔ اب ہم علی گڑھ میں پاجامے کے ساتھ ساتھ شیروانی اور ترکی ٹوپی پہنیں گے۔ بکل کی جگہ تسمہ ہو گا اور پڑھائی بھی ہماری رائے کے مطابق ہو گی۔ مضامین کے انتخاب میں ہم سے پوچھا جائے گا۔ وہ زمانہ گزر گیا جب اہل مدرسہ ہم سے پوچھے بغیر جو جی میں آتا تھا پڑھا دیتے تھے۔ اب اسکول کو ہماری رائے کا احترام کرنا ہو گا ہم کوئی بچے تھوڑی ہیں۔"(۷)

یہ فلیش بیک محض ایک جذباتی یاد نہیں بلکہ ایک علامتی حیثیت رکھتا ہے۔ طالب علمی کے زمانے میں فارسی زبان کا انتخاب اس وقت ایک معمولی فیصلہ معلوم ہوتا ہے، لیکن کئی دہائیوں بعد یہی زبان ایران میں ان کی عملی زندگی کا حصہ بن جاتی ہے۔ اس طرح مختار مسعود یہ ثابت کرتے ہیں کہ زندگی کے بعض معمولی فیصلے مستقبل میں غیر معمولی اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس حوالے سے مختار مسعود لکھتے ہیں:

"اختیاری مضامین کی مختصر سی فہرست سنانے کے بعد کلاس ماسٹر نے ہر مضمون کے لیے باری باری ہماری رائے معلوم کی۔ جب فارسی کی باری آئی تو میں نے بڑے کیف و سرور کے ساتھ اپنا ہاتھ اٹھا دیا۔ عربی کا نمبر آیا تو میرے دل میں چھبن سی پیدا ہوئی کہ میں جواب دینے والوں میں شامل نہیں۔ ماسٹر جواد کہتے ہیں کہ ایک شخص بنگالی محض اس لیے سیکھ رہا ہے کہ وہ ٹیگور کو پڑھ سکے، ادھر مسلمانوں کی اولاد کلام اللہ کی وارث ہونے کے باوجود عربی زبان سیکھنے سے جی چراتی ہے۔۔۔ اس جملے کی گونج سے نئے نئے انکشافات سامنے آئے۔ گو کہ خوشی دائمی نہیں ہوتی مگر خلش زندگی بھر ساتھ رہتی ہے۔ خواہشات کی فہرست طویل اور اس میں سے انتخاب کرنے کا حق محدود ہے۔۔۔۔ آنے والی کل پردہ غیب میں چھپی ہوئی ہے۔ میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ چالیس برس کے بعد میری تعیناتی اس ملک میں ہو گی جہاں وہ زبان بولی جاتی ہے جسے آج میں نے اختیاری مضمون قرار دیا ہے۔۔ اگر فرشتوں کو معلوم تھا تو انھوں نے مجھے بتانا مناسب نہ سمجھا، سوچتے ہوں گے، انسان ہے غیب کا بوجھ سہارنا اس کے بس کی بات نہیں۔ دب جائے گا یا پھٹ پڑے گا۔"(۸)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

اس واقعے میں فلیش بیک کا استعمال نہایت فطری ہے۔ ایران جانے کا ذکر خود بخود علی گڑھ کی یاد تازہ کر دیتا ہے اور ماضی و حال ایک ہی دھارے میں بہنے لگتے ہیں۔ اس اسلوب کی بدولت قاری کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ مصنف موضوع سے ہٹ گیا ہے بلکہ ہر یاد موجودہ واقعے کی معنویت میں اضافہ کرتی ہے۔ اسی طرح علی گڑھ تحریک کا ذکر بھی اسی تناظر میں آتا ہے۔ مختار مسعود کے نزدیک علی گڑھ صرف ایک تعلیمی ادارہ نہیں بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کی فکری بیداری کی علامت ہے۔ جب وہ ایران کے انقلاب کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں برصغیر کی اصلاحی تحریکیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ اس تقابل سے مصنف یہ واضح کرتے ہیں کہ قوموں کی ترقی کا تعلق ہمیشہ علم، شعور اور فکری بیداری سے ہوتا ہے۔

مختار مسعود کی شخصیت پر ان کے خاندانی ماحول کے گہرے اثرات تھے۔ **لوحِ ایام** میں وہ اپنی دادی کا ذکر نہایت محبت اور احترام سے کرتے ہیں۔ ایران کے بادشاہوں اور شاہی نظام کا ذکر کرتے ہوئے انہیں اپنے بچپن کی وہ کہانیاں یاد آ جاتی ہیں جو دادی انہیں سنایا کرتی تھیں۔ یہ فلیش بیک صرف ایک جذباتی کیفیت پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کے ذریعے مصنف انسانی ذہن کی نفسیاتی ساخت کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔ بچپن کی کہانیاں انسان کی شخصیت کا مستقل حصہ بن جاتی ہیں اور عمر بھر اس کے ساتھ رہتی ہیں۔ جب بھی کوئی مشابہ منظر سامنے آتا ہے تو وہ یادیں از خود تازہ ہو جاتی ہیں۔ مختار مسعود اس واقعے کے ذریعے یہ بھی بتاتے ہیں کہ ماضی انسان کے اندر کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ مناسب موقع ملتے ہی دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ یہی فلیش بیک کی اصل نفسیاتی بنیاد ہے۔

> "میری زندگی میں کل چار بادشاہ داخل ہوئے۔ پہلا دادی اماں کی کہانیوں میں ملا۔ دوسرا شعر وادب میں، تیسرا تاریخ کے اوراق میں اور چوتھا مال روڈ پر۔ پہلے بادشاہ سے میری ملاقات بہت سرسری رہی۔ اب بس اتنا ہی یاد ہے کہ وہ خدا ترس تھا۔ بیٹے بیٹیاں نیک اور فرمانبردار تھے۔ اس کے عہد میں شیر اور بکریاں ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ ایک احساس یہ بھی ہے کہ کہانی سنانے والی دادی اماں کی نظر میں اس کا اپنا بیٹا بادشاہ اور پوتا شہزادہ ہوتا ہے اس لیے وہ شاہی خاندان کی خوبیاں بڑے چاؤ سے بیان کرتی ہیں۔"(۹)

اس مثال میں مصنف نے بچپن کی معصومیت اور موجودہ حقیقت کو ایک ساتھ پیش کیا ہے۔ بچپن میں بادشاہ عدل و انصاف اور مثالی کردار کی علامت تھا، لیکن عملی زندگی میں بادشاہت کے سیاسی اور سماجی حقائق اس تصور سے مختلف نظر آتے ہیں۔ اس تقابل سے تحریر میں فکری گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

لوحِ ایام میں مختار مسعود نے مختلف تاریخی حکمرانوں کا ذکر بھی فلیش بیک کے ذریعے کیا ہے۔ اشوک، نوشیر وان، کیقباد اور کمبوجیہ جیسے حکمرانوں کے واقعات اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ مصنف جب ایران کے سیاسی حالات بیان کرتے ہیں تو انہیں ماضی کے وہ حکمران یاد آتے ہیں جنہوں نے عدل، انصاف اور حسنِ حکمرانی کی مثالیں قائم کی تھیں۔ اس طرح حال کے انتشار اور ماضی کے نظم و ضبط کا تقابل سامنے آجاتا ہے۔ اشوک کا ذکر کرتے ہوئے مختار مسعود اس کی رحم دلی اور انسان دوستی کو نمایاں کرتے ہیں۔ یہ صرف ایک تاریخی واقعہ بیان کرنا نہیں بلکہ موجودہ حکمرانوں کے لیے ایک خاموش پیغام بھی ہے۔ اسی طرح نوشیر وان کے عدل اور کمبوجیہ کے انصاف کا ذکر دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ریاست کی بنیاد طاقت نہیں بلکہ انصاف پر قائم ہوتی ہے۔

> "اشوک کو تاریخ میں ایک عظیم مگر نیک اور پارسا راجا کی حیثیت حاصل ہے۔ رحم دلی کا یہ عالم کہ اس کی سلطنت میں جانور کو مارنا ناقابل معافی جرم تھا۔ جانور کے خون پر قتل کا مقدمہ چلایا جاتا تھا۔ نرم دلی اتنی کہ جب کلکتہ کی لڑائی میں فتح حاصل کی تو ہارنے والی فوج کی تباہی اور بربادی سے غمزدہ ہو کر اس نے اپنی وسیع و عریض سلطنت کی توسیع کا کام فوراً بند کر دیا۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ نیکی اور پارسائی سے اچانک ہٹ جانے سے سات لاکھ فوجی بے روزگار، دس ہزار جنگی رتھ ناکارہ اور نو ہزار سدھائے ہوئے ہاتھی آوارہ ہو جائیں گے۔"[۱۰]

یہاں فلیش بیک محض تاریخی معلومات فراہم نہیں کرتا بلکہ اخلاقی اور فکری نتائج بھی پیدا کرتا ہے۔ یہی مختار مسعود کے اسلوب کی انفرادیت ہے۔

مختار مسعود نے شہنشاہِ ایران کے پاکستان کے دورے کا ذکر بھی فلیش بیک کے ذریعے کیا ہے۔ ایران کے سیاسی حالات بیان کرتے ہوئے انہیں وہ زمانہ یاد آتا ہے جب رضا شاہ پہلوی پاکستان آیا تھا اور اس کے استقبال کے لیے پورے ملک میں غیر معمولی تیاریاں کی گئی تھیں۔ یہ واقعہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ مصنف ایک ہی شخصیت کو دو مختلف ادوار میں دکھاتے ہیں۔ ایک طرف وہ طاقتور اور بااختیار بادشاہ ہے جس کے استقبال کے لیے ہزاروں لوگ موجود ہیں، جبکہ دوسری طرف وہی حکمران چند برس بعد اقتدار سے محروم ہو کر جلاوطنی اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مصنف نے اپنی تحریر میں شہنشاہ ایران کی پاکستان آمد کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا ہے مصنف لکھتے ہیں:

> "کراچی سے شہنشاہ ایران مشرقی پاکستان گئے اور وہاں کا دورہ مکمل کرنے کے بعد چاٹگام سے سیدھے لاہور آئے۔ گورنر جنرل ناظم الدین ہمراہ تھے۔ وزیر اعظم لیاقت علی خاں اور

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31
ماخذ تحقیقی مجلہ

گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نے جادۂ جہازی پر استقبال کیا۔ گورنر کے سیکرٹری غیاث الدین احمد اور ملٹری سیکرٹری میجر وبن رائٹ سے ہاتھ ملانے کے بعد فوجی دستہ کی سلامی پریڈ دیکھی۔ اس کے بعد معززین سے تعارف ہوا۔ چیف جسٹس فیڈرل کورٹ عبدالرشید، چیف پنجاب محمد منیر، ہائی کورٹ کے دو چار جج، پنجاب حکومت کے تین چار مشیر، چیف سیکرٹری حافظ الرشید، کمشنر فدا حسن، جلوس فوجی ہوائی اڈے سے چلا، پہلی موٹر سائیکل گورنر کے پائلٹ کی تھی۔ اس کے پیچھے پنجاب کے آئی جی قربان علی خان کی موٹر، ان کے بعد ڈی آئی جی میاں انور علی کی موٹر، پھر چند پولیس کے موٹر سائیکل سوار، اس کے بعد اصل جلوس سولہ فوجی موٹر سائیکل سواروں کے جلوس میں مہمان خصوصی کی موٹر۔"(۱۱)

اس تقابل کے ذریعے مختار مسعود اقتدار کی ناپائیداری کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ قاری خود اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت دائمی نہیں ہوتی۔ مختار مسعود کے ہاں فلیش بیک صرف تاریخی واقعات تک محدود نہیں بلکہ تہذیبی شعور کی تشکیل کا بھی اہم ذریعہ ہے۔ وہ جب ایران کے رسم و رواج، زبان، ادب، فنِ خطاطی یا تاریخی مقامات کا ذکر کرتے ہیں تو فوراً برصغیر کی تہذیب، فارسی ادب، علی گڑھ، اقبال اور سرسید کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ انداز اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ تہذیبیں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتیں بلکہ صدیوں تک ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں۔ مختار مسعود اسی تہذیبی ربط کو فلیش بیک کے ذریعے نمایاں کرتے ہیں۔ ان کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماضی صرف یادوں کا ذخیرہ نہیں بلکہ ایک زندہ ورثہ ہے، جو ہر دور میں نئی صورت اختیار کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **لوحِ ایام** میں ماضی اور حال کے درمیان کوئی واضح حد قائم نہیں رہتی بلکہ دونوں ایک دوسرے میں مدغم دکھائی دیتے ہیں۔

مختار مسعود کی تصنیف **لوحِ ایام** میں فلیش بیک صرف ماضی کے واقعات کی یاد دہانی کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک ایسی فنی حکمتِ عملی ہے جس کے ذریعے مصنف تاریخ، سیاست، تہذیب اور اپنی ذاتی زندگی کو ایک مربوط بیانیے میں ڈھالتا ہے۔ کتاب کے آخری ابواب میں یہ تکنیک پہلے سے زیادہ مؤثر صورت میں سامنے آتی ہے۔ ایران میں وقوع پذیر ہونے والے انقلابی حالات، آیت اللہ خمینی کی واپسی، عوامی تحریک، خون ریزی، سیاسی انتشار اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے سیاسی و سماجی حالات کا تقابل، ان تمام موضوعات کو مختار مسعود نے فلیش بیک کے ذریعے اس طرح پیش کیا ہے کہ قاری ایک ہی وقت میں دو مختلف زمانوں اور دو مختلف معاشروں کا مشاہدہ کرتا ہے۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

مختار مسعود نے آیت اللہ خمینی کی جلاوطنی کے بعد ایران واپسی کو صرف ایک سیاسی واقعہ نہیں سمجھا بلکہ اسے تاریخ کا فیصلہ کن موڑ قرار دیا ہے۔ وہ تہران کی گلیوں میں لاکھوں افراد کا جوش، عوامی جذبات اور انقلاب کی فضا بیان کرتے ہوئے اچانک تحریکِ پاکستان، برصغیر کے جلسوں اور سیاسی نعروں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہی تبدیلی فلیش بیک کی بہترین مثال ہے۔ اس حوالے مصنف کچھ یوں لکھتے ہیں۔:

> "پاکستان میں ہر بڑی سیاسی تحریک نے اپنے نعروں میں وزن پیدا کیا اور انھیں طرح طرح کے القاب سے یاد کیا۔ مولوی پٹاس، ہلچل، مولانا للکار، ملا شوباز، بمبار خان، زور و شور خان اور مرزا ایٹم بم اس معاملے میں اہل ایران برعظیم کے گھاگ نعروں کا مقابلہ نہیں کر سکے۔"(۱۲)

مصنف کے نزدیک ہر بڑی عوامی تحریک میں کچھ بنیادی عناصر مشترک ہوتے ہیں، جیسے عوامی شعور، قیادت پر اعتماد، قربانی کا جذبہ اور مستقبل کی امید۔ اسی لیے وہ ایران کے انقلابی نعروں کو بیان کرتے ہوئے پاکستان کی سیاسی تحریکوں کو یاد کرتے ہیں۔ یہ تقابل محض معلومات فراہم کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے ہے کہ تاریخ مختلف صورتوں میں خود کو دہراتی رہتی ہے۔ اس مثال میں فلیش بیک بیانیے کو مزید مؤثر بناتا ہے کیونکہ قاری صرف انقلابِ ایران نہیں دیکھتا بلکہ اسے تحریکِ پاکستان کی بازگشت بھی سنائی دیتی ہے۔ اس طرح ایک واقعہ دوسرے واقعے کی تفہیم کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

انقلابِ ایران کے دوران قتل و غارت، بم دھماکوں، احتجاجی مظاہروں اور سیاسی کشمکش کا ذکر کرتے ہوئے مختار مسعود صرف حالات کی رپورٹنگ نہیں کرتے بلکہ ہر منظر کے پس منظر میں موجود تاریخی عوامل کو بھی سامنے لاتے ہیں۔ وہ یہ باور کراتے ہیں کہ کوئی بھی انقلاب اچانک پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے برسوں کی ناانصافیاں، سیاسی بے چینی اور معاشرتی محرومیاں کارفرما ہوتی ہیں۔ اسی مقام پر وہ بار بار ماضی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور مختلف ادوار کی انقلابی تحریکوں کو یاد کرتے ہیں۔ یہ فلیش بیک قاری کے ذہن میں اس تصور کو مضبوط کرتا ہے کہ ظلم، جبر اور آمریت کے خلاف عوامی ردِعمل ہر دور میں تقریباً ایک جیسا رہا ہے۔

مختار مسعود کی منظر نگاری بھی فلیش بیک کے ساتھ مل کر غیر معمولی اثر پیدا کرتی ہے۔ وہ موجودہ منظر بیان کرتے ہوئے ماضی کی کسی یاد کو اس انداز سے شامل کرتے ہیں کہ دونوں مناظر ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر تصویریت اور معنویت دونوں اعتبار سے مضبوط دکھائی دیتی ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31
ماخذ تحقیقی مجلہ

لوحِ ایام میں تیل کے عالمی بحران کا ذکر بھی فلیش بیک کی عمدہ مثالوں میں شامل ہے۔ مصنف ایران میں موجود ہوتے ہیں لیکن ان کا ذہن عالمی سیاست، پاکستان کی معیشت اور ماضی کے بین الاقوامی حالات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا تھا جب پوری دنیا تیل کے بحران کا شکار تھی، مگر چند ہی برس بعد عالمی طاقتوں کی توجہ اسلامی انقلاب کی طرف مرکوز ہو گئی۔ اس تقابل کے ذریعے مختار مسعود عالمی سیاست کے بدلتے ہوئے رجحانات کو واضح کرتے ہیں۔

> "پاکستان میں ہر بڑی سیاسی تحریک نے اپنے نعروں میں وزن پیدا کیا اور انھیں طرح طرح کے القاب سے یاد کیا۔ مولوی پٹاس، ہلچل، مولانا للکار، ملا شوباز، بمبار خان، زور و شور خان اور مرزا ایٹم بم اس معاملے میں اہل ایران برعظیم کے گھاگ نعروں کا مقابلہ نہیں کر سکے۔"(۱۲)

یہ فلیش بیک صرف تاریخی معلومات فراہم نہیں کرتا بلکہ قاری کو یہ سوچنے پر بھی مجبور کرتا ہے کہ عالمی طاقتوں کی ترجیحات کس طرح وقت کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔

مختار مسعود فنونِ لطیفہ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ایران میں مشہور خطاطوں سے ملاقات کے دوران انہیں پاکستان کے معروف خطاط، پرانے کاتب اور کتابت کا زمانہ یاد آجاتا ہے۔ مصوری اور فنِ خطاطی پر مصنف نے خاصی تفصیل سے گفتگو کی ہے اور ان علوم و فنون کا دوسرے ممالک سے موازنہ بھی پیش کیا ہے اور ساتھ میں دیگر ممالک مین ان فنون لطیفہ کی صورت حال کا جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ ایران کے مختلف اور مشہور و معروف خطاطوں سے ملنے اور مقاصد کے حصول کے لیے مختلف اسفار کا تذکرہ موجود ہے۔ انقلاب کے بعد فنونِ لطیفہ کی بیشتر اقسام کی حالت دگرگوں ہیں۔ طاؤس و رباب خاموش اور شمشیر وسنان کی گھن گرج ہے۔

> "سالانہ عالمی میلہ موسیقی جسے شیراز فیسٹیول کہتے تھے بند کر دیا گیا۔ رودکی ہال کی کہانی بھی ختم ہو گئی جس کی وجہ سے تھیٹر اور اوپیرا کا کام بھی تمام ہوا۔ گوگوش کے گانے والا ہوٹل بھی بند۔ ٹیلی ویژن سے گانے بجانے کے معاملات بھی ختم۔ سیر وسیاحت کی غرض سے آنے والے سیاح آنا بھی بند۔ مسافر جن دکانوں سے مقامی آرٹ کے نمونوں کی خریداری کرتے تھے وہ بھی بند ہونے سے فنکار بے کار اور دست کار بے روزگار ہو گئے۔۔۔۔ بس لے دے کہ ایک فن ہے جو دستبردار انقلاب سے بچ رہا ہے اور وہ خطاطی ہے۔"(۱۴)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

یہاں **فلیش بیک** ایک مختلف نوعیت اختیار کرتا ہے۔ اس میں نہ سیاست ہے اور نہ انقلاب بلکہ تہذیبی ورثے کی بازیافت ہے۔ مصنف ایرانی خطاطی کا ذکر کرتے ہوئے اچانک لاہور، کراچی اور پاکستان کے ادبی ماحول میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مختار مسعود کے نزدیک فنونِ لطیفہ بھی قوموں کی تہذیبی شناخت کا حصہ ہوتے ہیں۔ وہ ماضی کی فنی روایات کو حال سے جوڑ کر اس تسلسل کو برقرار رکھتے ہیں جو کسی بھی تہذیب کی بقا کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح لوح ایام میں ایرانی انتخابات کا ذکر کرتے ہوئے مختار مسعود کو پاکستان کے ۱۹۶۴ء کے صدارتی انتخابات یاد آ جاتے ہیں۔ وہ دونوں ممالک کے انتخابی نظام کا موازنہ کرتے ہیں اور نہایت شائستہ طنز کے ساتھ سیاسی کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہاں **فلیش بیک** محض ماضی کی یاد نہیں بلکہ تنقیدی شعور کا اظہار ہے۔ مصنف اس تقابل کے ذریعے یہ واضح کرتے ہیں کہ جمہوریت صرف انتخابات کا نام نہیں بلکہ دیانت، شفافیت اور عوامی اعتماد کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ **لوحِ ایام** کے نہایت مؤثر حصوں میں وہ مقام بھی شامل ہے جہاں مختار مسعود تہران میں بنگلہ دیش کے سفارت خانے جاتے ہیں۔ اس منظر کو دیکھتے ہی ان کے ذہن میں مشرقی پاکستان، اپنے بنگالی ساتھی اور سقوطِ ڈھاکہ کے تلخ واقعات تازہ ہو جاتے ہیں۔ یہ **فلیش بیک** جذباتی اعتبار سے پوری کتاب کے مؤثر ترین حصوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہاں مصنف نہ صرف اپنی ذاتی یادوں کا اظہار کرتے ہیں بلکہ قومی سانحے کے درد کو بھی محسوس کرتے ہیں۔ یہ انداز بتاتا ہے کہ مختار مسعود کے نزدیک تاریخ صرف فاتحین کی داستان نہیں بلکہ قوموں کے اجتماعی دکھوں کا ریکارڈ بھی ہے

مختار مسعود کی تصنیف کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ **فلیش بیک** ان کے اسلوبِ نگارش کی بنیادی خصوصیات میں شامل ہے۔ انہوں نے اس تکنیک کو محض ادبی حسن پیدا کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ اسے اپنے فکری، تاریخی اور تہذیبی شعور کے اظہار کا مؤثر ذریعہ بنایا ہے۔ کتاب میں جہاں بھی کوئی موجودہ واقعہ، منظر، شخصیت یا تاریخی مقام سامنے آتا ہے، مصنف فطری انداز میں ماضی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ رجوع کسی مصنوعی منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کے مشاہدے، حافظے اور فکری وابستگی کا لازمی حصہ محسوس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **لوحِ ایام** میں ماضی اور حال ایک دوسرے سے اس قدر مربوط دکھائی دیتے ہیں کہ قاری ان دونوں کو الگ الگ زمانے نہیں بلکہ ایک مسلسل تاریخی سفر کا حصہ تصور کرتا ہے۔

مختار مسعود کے ہاں **فلیش بیک** کی سب سے اہم خصوصیت اس کی **فطری روانی** ہے۔ عام طور پر **فلیش بیک** کی وجہ سے بیانیہ منتشر ہونے کا خدشہ رہتا ہے، لیکن **لوحِ ایام** میں ایسا محسوس نہیں ہوتا۔ مصنف حال کے کسی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

ماخذ تحقیقی مجلہ

واقعے سے ماضی میں اس انداز سے منتقل ہوتے ہیں کہ قاری ذہنی طور پر کسی قسم کی الجھن کا شکار نہیں ہوتا۔ جب وہ ایران کے اسلامی انقلاب، تہران کی گلیوں، تاریخی عمارتوں یا سیاسی شخصیات کا ذکر کرتے ہیں تو اچانک سائرس اعظم، رضا شاہ پہلوی، علی گڑھ، تحریکِ پاکستان، بچپن کی یادوں یا مشرقی پاکستان کے واقعات کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام یادیں موجودہ موضوع سے گہرا تعلق رکھتی ہیں، اس لیے تحریر میں ربط اور تسلسل برقرار رہتا ہے۔

اس کتاب میں **فلیش بیک** کی ایک نمایاں خصوصیت **تاریخی شعور** کی تشکیل ہے۔ مختار مسعود تاریخ کو محض ماضی کے واقعات کا مجموعہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے حال کو سمجھنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ وہ ایرانی انقلاب کو بیان کرتے ہوئے قدیم ایران کی سلطنتوں، فارسی تہذیب، برصغیر کی علمی روایت اور تحریکِ پاکستان کے مختلف پہلوؤں کو اس انداز سے یکجا کرتے ہیں کہ قاری ماضی اور حال کے درمیان ایک مضبوط رشتہ محسوس کرتا ہے۔ اس اسلوب سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ تاریخ اپنے اثرات ہر دور میں باقی رکھتی ہے اور موجودہ حالات کی جڑیں ہمیشہ ماضی میں پیوست ہوتی ہیں۔

مختار مسعود کے ہاں **فلیش بیک** کا ایک اہم پہلو **تہذیبی شعور** بھی ہے۔ وہ ایران کی ثقافت، فنِ تعمیر، خطاطی، فارسی زبان اور ادبی روایات کا ذکر کرتے ہوئے بار بار برصغیر کی تہذیبی اقدار کو یاد کرتے ہیں۔ اس تقابل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مختلف تہذیبیں ایک دوسرے سے اثر قبول کرتی ہیں اور ایک مشترکہ ثقافتی ورثہ تشکیل دیتی ہیں۔ مصنف اس حقیقت کو براہِ راست بیان کرنے کے بجائے **فلیش بیک** کے ذریعے نہایت مؤثر انداز میں قاری کے سامنے رکھتے ہیں، جس سے تحریر میں علمی گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ **لوحِ ایام** میں **فلیش بیک** صرف تاریخی یا تہذیبی نہیں بلکہ **نفسیاتی سطح** پر بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مختار مسعود جب دادی کی کہانیاں، طالب علمی کے دن، اساتذہ، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی یا اپنے ابتدائی تجربات کو یاد کرتے ہیں تو یہ یادیں محض جذباتی اظہار نہیں رہتیں بلکہ ان کی شخصیت کی فکری تشکیل کو بھی واضح کرتی ہیں۔ اس انداز سے قاری یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ایک انسان کی فکری اور ادبی شخصیت اس کے ماضی کے تجربات سے تشکیل پاتی ہے۔ یوں ذاتی یادداشتیں اجتماعی تاریخ سے جڑ کر ایک وسیع معنوی دائرہ اختیار کر لیتی ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-31

ماخذ تحقیقی مجلہ

حوالہ جات

۱۔ مختار مسعود، لوح ایام، فائنس بکس پرنٹرز، ۲۰۱۸ء، ص۲۵

۲۔۔خرم سہیل، تاریخ کا چشم دید گواہ مختار مسعود، مشمولہ امر شاہد،" (مرتبہ)، آوازِ دوست مختار مسعود، محفوظ ہیں سب یادیں اور باتیں، بک کارنر جہلم، ۲۰۱۷ء، ص ۱۴۲۔۱۴۳

۳۔ مختار مسعود، لوح ایام، فائنس بکس پرنٹرز، ۲۰۱۸ء، ص ۱۳

۴۔ ایضاً، ص ۱۴

۵۔ ایضاً، ص ۱۷

۶۔ سبط حسن، ڈاکٹر، انقلاب ایران، مکتبہ دانیال، ۱۹۹۴ء، ص ۲۵۶

۷۔ مختار مسعود، لوح ایام، فائنس بکس پرنٹرز، ۲۰۱۸ء، ص ۱۵۔۱۶

۸۔ ایضاً، ص ۱۶

۹۔ ایضاً، ص ۳۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۵

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۶۹

۱۳۔۔ سنبلہ کوثر، اردو ادب میں ایران کے سفر نامے، مقالہ برائے ایم۔فل (اردو)، غیر مطبوعہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص ۴۸۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۳۹۳